محمد جعفر شاہ پھلواروی

حدیث

مسکینی کی ایک نئی قدر

بن[1] نے ابن ابی نجیحؓ سے ایک ارشاد نبویؐ یوں نقل کیا ہے ،

سکین مسکین رجل لیست له امرأة قالوا وان کان کثیر المال ؟ قال وان
ر المال - مسکینة مسکینة امرأة لیس لها زوج - قالوا وان کانت کثیرة
؛ قال وان کانت کثیرة المال - (التجرید فی الجمع بین الصحاح)

کین ہے مسکین ہے وہ مرد جس کی کوئی بیوی نہ ہو۔ لوگوں نے پوچھا : خواہ وہ خوب مال دار ہو ؟ فرمایا : وہ خوب مال دار ہو۔ مسکینہ ہے مسکینہ ہے وہ عورت جس کا کوئی شوہر نہ ہو۔ لوگوں نے عرض یہ وہ بڑی مال دار ہو ؟ فرمایا : ہاں اگرچہ وہ بڑی مال دار ہو۔

ان کی بنیادی ضروریاتِ زندگی روٹی، کپڑا اور مکان کو قرار دیا جاتا ہے اور ان ضروریاتِ زندگی کے لیے مہیا کرنا ریاست و حکومت کا سب سے بڑا فریضہ تصور کیا جاتا ہے ۔ اب تو وہی ابات میں کامیاب ہوتے ہیں جو ان ضروریاتِ زندگی کی تکمیل کو اپنے منشور کا سب سے اہم یں اور آج دنیا کی وہی حکومتیں کامیاب ہیں جو ان ضروریاتِ زندگی کو زیادہ سے زیادہ افراد یا کرتی ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پیدائش سے موت تک ان تینوں ضروریاتِ زندگی محتاج ہے لیکن ایک خاص دور ــــ جوانی سے کہولت تک ــــ کے بعض تقاضے ایسے جن کی شدت مذکورہ بنیادی ضروریات سے کچھ کم نہیں ہوتی اور اگر معاشرہ یا معاشرے سے ــــ اہلِ حکومت ــــ اس ضرورت سے قطع نظر کر لیں تو اس میں ویسی ہی خرابیاں پیدا یسی مذکورۂ بالا بنیادی ضروریاتِ زندگی کو نظر انداز کرنے سے پیدا ہو سکتی ہیں۔

شدید اور فطری تقاضے میں نسلِ انسانی کی بقا کا راز بھی مضمر ہے ۔ یہ محض ایک حیوانی ضرورت

---

[1] امام ابوالحسن رزین ابن معاویہ عبدری مالکی اندلسی متوفی ۵۲۵ھ

نہیں بلکہ: ۲۔ یہ ایک سوشل ضرورت بھی ہے۔ کیونکہ سوسائٹی افراد کے مجموعے کو کہتے ہیں اور افراد کا وجود زن و مرد کے اتصال پر منحصر ہے۔

۳۔ یہ ایک ایمانی ضرورت بھی ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی ہے:

من تزوج فقد استکمل نصف الایمان فلیتق اللّٰہ فی النصف الباقی (رواہ الطبرانی فی الاوسط عن انسؓ)

جس نے شادی کی اس نے ایمان کا نصف حصہ حاصل کر لیا۔ اب دوسرے نصف میں وہ تقویٰ اللہ اختیار کرے۔

۴۔ یہ ایک سنتِ نبوی کا اتباع بھی ہے جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا: النکاح من سنتی فمن لم یعمل بسنتی فلیس منی۔ (رواہ ابن ماجہ عن عائشہؓ) نکاح میری ایک سنت ہے اور جو میری سنت پر عمل نہیں کرتا وہ مجھ سے نہیں۔

۵۔ یہ ایک اخلاقی تقاضا اور ذریعۂ تقویٰ بھی ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے: ..... یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج فانہ اغض للبصر و احصن للفرج ..... (رواہ الائمۃ الا مالکاً عن علقمہؓ) اے نوجوانو! تم میں سے جو نکاح کی استطاعت رکھتا ہو وہ شادی کر لے، کیونکہ اس سے نگاہ اور عصمت دونوں ہی محفوظ رہتی ہیں۔

ہم نے صرف چند چیزوں کا ذکر کیا ہے ورنہ کتاب و سنت میں ازدواج کے متعلق بیسیوں حقائق بیان کیے گئے ہیں۔ سب کا ذکر یہاں مقصود نہیں۔ کہنا صرف یہ ہے کہ ایسی اہم ضرورت کو آنحضرتؐ کیسے نظر انداز کر سکتے تھے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنی ہی بات پر اکتفا نہیں فرمائی بلکہ مفلسی، محتاجی اور مسکینی کی ایک نئی قدر سے بھی روشناس کرایا۔ اگر کوئی شخص معمولی قسم کے روٹی کپڑے اور مکان بھی رکھتا ہو تو وہ مسکین نہیں۔ اور اگر وہ خاصا مال و دولت بھی رکھتا تو کوئی بھی اسے مسکین و محتاج نہیں کہے گا۔ لیکن اگر اس کی زندگی بے زوج (مرد بے زن یا زن بے مرد) ہے تو اسے حضورؐ دولت مند اور مال دار ہونے کے باوجود مسکین قرار دیتے ہیں۔ یعنی روٹی، کپڑا، مکان کے رکھنے کے باوجود وہ فقیر و مسکین ہے اور دولت مند ہونے کے باوجود محتاج و مفلس ہے۔ گویا آنحضورؐ نے یہ بتایا کہ مسکینی صرف مالی نہیں ہوتی، زوجی بھی ہوتی ہے۔ جو روٹی کپڑا اور مکان رکھتا ہو اسے مسکین نہیں کہا جائے گا اور اس کے ساتھ وہ مال و دولت بھی رکھتا ہو تو اسے کوئی بھی مسکین سمجھنے

یا کرنے پر آمادہ نہیں ہوگا۔ لیکن یہ تمام چیزیں — روٹی، کپڑا، مکان اور مال و دولت رکھتے ہوئے بھی اگر اس کی زندگی بے زوج ہے تو رسولؐ کی نگاہ میں وہ مسکین ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے زوج کی ضرورت دوسری تمام ضروریاتِ زندگی سے شدید تر ہے۔ بلاشبہ یہ ضرورت پیدا ہوتے ہی نہیں محسوس ہوتی۔ ایک حصۂ عمر میں ظاہر ہوتی ہے لیکن جب ظاہر ہوتی ہے تو دوسری ضروریات سے شدید تر ہوتی ہے۔

اگر یہ صحیح ہے کہ روٹی کپڑا اور مکان اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے اور اس ذمے داری سے عہدہ برآ ہونا مسکینی کو دور کرنے کا ہم معنی ہے تو یقیناً بے زوجی کی مسکینی کو دور کرنا بھی اسلامی حکومت ہی کی ذمے داری ہونا چاہیے۔ امیر المومنین سیدنا عمر فاروق صلوات اللہ علیہ نے ایک ایسے نوجوان کو دیکھا جس کی شادی (غالباً کم مائگی کی وجہ سے) نہیں ہوئی تھی تو آپ نے اسے حکم دیا کہ جلد سے جلد اپنی شادی کرا لے۔ مالی امداد بیت المال سے کی جائے گی۔"

اسلامی حکومت کے بے شمار فرائض ہیں۔ اس کا ایک فریضہ یہ ہے کہ ہر طرح کی مسکینی کو دور کرے۔ پھر ایک مجرد نوجوان سے یہ خطرہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ معاشرے میں اخلاقی گندگی پھیلائے۔ اس لیے اسلامی حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ سوسائٹی کو ہر قسم کی اخلاقی خرابیوں سے محفوظ رکھے۔ اگر کسی کی بے زوج زندگی کا سبب مالی کمزوری ہے تو اس کی مالی امداد سرکاری خزانے سے کی جائے۔ اگر حکومت روٹی کپڑے اور مکان کے لیے مالی امداد کرکے مسکنت و محتاجی کو دور کرتی ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ بے زوجی کی مسکنت کو دور کرنے میں مدد نہ دے۔ یہ امداد کئی طرح ہو سکتی ہے۔ مثلاً ان تمام رسموں کو بتدریج ختم کیا جائے جو آسان ازدواج میں رکاوٹ بنتی ہیں۔ جس طرح حکومت زرعی، تجارتی اور مکانی قرضے دیتی ہے۔ اسی طرح شادی بیاہ کے لیے بھی بلا سودی اور آسان قسطوں پر قرضے دے جن میں فضول خرچی نہ ہو سکے۔ شادی بیاہ میں فضول خرچی کرنے والوں کو سزا دی جائے۔ وسیع پیمانے پر پورے ملک میں پراپیگنڈا کیا جائے کہ جہیز سراسر ہندوانہ رسم ہے اور سنتِ نبویؐ سے اس کا ذرا بھی تعلق نہیں۔ ہم اپنے کئی مضامین میں جہیز کی غیر شرعی حیثیت کو واضح کر چکے ہیں۔[1] وہ چیز سنت کیسے ہو سکتی ہے جس کے لیے عہدِ نبویؐ میں کوئی لفظ ہی موجود نہ ہو۔ اب ایک نیا

---

[1] دیکھیے "مقالات" اور "چند ازدواجی مسائل" شائع کردہ ادارۂ ثقافتِ اسلامیہ لاہور۔

عربی لفظ ایجاد ہوا ہے جو مولّد ہے اور وہ ہے بائنہ ۔ لیکن یہ کام محض کوئی حکومت نہیں کر سکتی جب تک معاشرے کے با اثر افراد اس سے پورا پورا تعاون نہ کریں ۔

ابھی چند سال کی بات ہے کہ میرے ایک عزیز کراچی کے ایک عظیم الشان ہوٹل میں ایک تقریبِ نکاح کی شرکت کے لیے گئے ۔ انھوں نے بیان کیا کہ وہاں کوئی دو ہزار مہمان تھے ۔ ان میں سول اور فوجی آفیسر بھی تھے ۔ کتاب و سنت کے شیدائی علما بھی تھے ۔ سیاسی لیڈر بھی تھے ۔ سبھی تھے، صرف غریب نہ تھے ۔ سولہ قسم کے کھانے پیش کیے گئے، جن میں چار میٹھی ڈشیں تھیں ۔ ٹی وی کے سیٹ ہر طرف رکھے ہوئے تھے جن میں دور و قریب کا ہر شخص نکاح کی تقریبات کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکتا تھا ۔ یہ پروگرام ٹیلی ویژن کراچی سے نہیں ٹیلی کاسٹ ہو رہا تھا بلکہ اس کے لیے ایک مختصر سا ٹیلی کاسٹ اسٹیشن ہوٹل ہی میں بنایا گیا تھا ۔ میرے عزیز نے اس نمائشی فضول خرچی پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ :

اس تقریبِ نکاح پر جتنا خرچ کیا گیا ہے اس میں دو درجن سے زیادہ لڑکیوں کی شادی ہو سکتی تھی ۔

غالباً ۱۹۵۳ کی بات ہے کہ بیڈن روڈ پر شادی کی ایک تقریب ہوئی تو صاحبِ تقریب نے سڑک پر گھی سے چھڑکاؤ کرایا اور کھانے سے پہلے تمام باراتیوں کے ہاتھ گھی سے دھلائے گئے ۔

یہ تو صرف دو مثالیں ہیں ورنہ کس شہر میں یہ اسراف نہیں ہوتا ؟ ان تقریبات میں بدعت جہیز کی ہندوانہ رسم کس انداز سے پوری کی جاتی ہوگی، اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ۔ اس کے نتیجے میں شادی خانہ آبادی جس طرح شادی خانہ بربادی بن جاتی اس کے تماشے بھی آپ نے بہتیرے دیکھے ہوں گے ۔ آج ہزاروں لڑکیاں صرف اس لیے بیٹھی ہیں کہ ان کے والدین پیش کردہ فہرست کے مطابق مطالبۂ جہیز پورا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ۔ بہت سے مرد بھی ہیں جو شادی کا بوجھ اٹھانے کے قابل نہیں ۔ یہ سارے زن و مرد مالی اور زوجی دونوں قسم کی مسکنت کے شکار ہیں اور ان کی مسکنت کو دور کرنا معاشرے کا بھی فرض ہے اور حکومت کا بھی ۔ پیشِ نظر حدیث یہ مطالبہ کرتی ہے ۔